رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۹۲

سچ

قیمت سالانہ سے؍
بیرون ہند ۔؍ شلنگ
قیمت ششماہی عہ؍
فی پرچہ ؍

نمبر ۴۲ | ۸۔ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ ۱۵۔ نومبر ۱۹۲۶ء | جلد ۲

سچی باتیں

عہد رسالت سے زیادہ بابرکت زمانہ ہم مسلمانوں کے عقیدہ میں اور کون ہو سکتا ہے؟ لیکن اس عہد زریں میں بھی، آفتاب نبوت کی پوری نورانیت کے باوجود بھی نفاق اور بدنیتی کی ظلمت سرے سے مٹ نہیں گئی تھی۔ بلکہ اچھی خاصی قوت کے ساتھ موجود تھی۔ "منافقین" کی ایک پوری جماعت کی جماعت موجود تھی، جو بظاہر بالکل مسلمان تھی، نماز پڑھتی تھی، جماعت میں شریک ہوتی تھی، جہاد میں ساتھ دیتی تھی، لیکن اندر ہی اندر اسلام کی بیخکنی کے درپے رہتی تھی، مسلمانوں کی شکست پر خوش ہوتی تھی، انکے آپس کے نفاق پیدا کرانا چاہتی تھی، دشمنوں کو خبریں پہونچاتی رہتی تھی۔ غرض یہ دوست نما دشمن وہ سب کچھ کر گزرتے تھے، جو کھلے ہوئے دشمن دل سے چاہا کرتے تھے۔ اور یہ کہ مکہ میں نہیں، مدینہ منورہ میں ہوتا رہتا تھا، جہاں اسلام کو مادی و دنیوی قوت و حکومت بھی ہر طرح حاصل تھی، اور جہاں رسول اسلام صلعم کی ایک جنبش لب ان میں سے ہر ایک کی روح کو جسم سے جدا کر دینے کے لیے بالکل کافی تھی۔

لیکن رسول خدا صلعم کا طرز عمل باوجود ہر طرح کی قوت و انتظام باوجود معقول وجوہ اشتعال، باوجود انکی مسلسل اور انتہائی شرارتوں کے، انکے ساتھ کیا رہا؟ کسی ایک موقع پر بھی یہ قتل کیے گئے؟ کسی ایک منافق کو بھی جلا وطن کیا گیا؟ کسی ایک منافق کو بھی درّے اور کمانے پڑے؟ کسی ایک منافق کے لیے رحمت عالم کے لبہائے سے لعنت کے الفاظ نکلے؟ کسی ایک منافق کو بھی جماعت اسلام سے جدا کیا گیا؟ یا اسکے برعکس ہر طرح انکی پردہ پوشی کی گئی، انھیں سینے سے لگایا گیا، انکے مقابلہ میں ستار حقیقی کی شان ستاری کو پورے طور پر برتا گیا، بلکہ انکے سب سے بڑے سردار کو اسکی موت پر حضور انور نے اپنا پیراہن مبارک بطور کفن پہنا دیا، اور ایک انتہائی اشتعال کے موقع پر، جب عمر فاروق نے اسکے قتل کی تجویز پیش کی، تو ارشاد ہوا کہ

دعہ، لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ (صحیح بخاری)

جانے بھی دو، ورنہ لوگ یہ چرچا کرینگے، کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں!

اس وسعت قلب کی کوئی انتہا ہے، کہ جانی دشمنوں کو نہ صرف تکفیر کردار سے امان دیجاتی ہے، بلکہ ان کا ذکر لفظ "اصحاب" کے ساتھ ہوتا ہے!

سوال کا: اسوۂ عمل کیا امت کے لیے بے معنی ہے؟ کیا آقا کے اس طرز عمل میں ہم غلاموں کے لیے کوئی درس ہدایت موجود نہیں؟ پھر کیا یہ کہ اتنی صریح مثال، اتنے واضح نمونہ کے باوجود بھی، ہم اس زمانہ میں ہر مسلمان کی ہر کمزوری کو اچھالنے میں لگے ہوئے ہیں، اور اسے اپنے نزدیک ایک دینی خدمت سمجھ رہے ہیں؟ فوج کے سب سپاہی یکساں قوت و ہمت کے نہیں ہوتے، سب میں یکساں خلوص و ذوق خدمت بھی نہیں ہوتا، پر کوئی جنرل یہ نہیں کرتا، کہ کم ہمت والوں، پست حوصلہ والوں، مال غنیمت اور انعام کی طمع رکھنے والوں، شہرت و ناموری کے حریصوں

کو سرے سے اپنی فوج سے نکال ہی دے۔ آج جو بھی کلمہ گو ہے، اسلام کی فوج کا سپاہی ہے، جب تک وہ دشمن سے مل نہ جائے۔ اس کی کمزوریوں اور لغزشوں کی بنا پر اُسے لشکرِ اسلام سے خارج کر دینا، نقل و عقل، شریعت و مصلحت، دین و آئین، ادب و دانش میں سے آخر کس کی پیروی ہے؟

ایک نیا فتنہ

فتنۂ حجاز سے الگ کر بہت سے بھائیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے، کہ باہر کے کام کو چھوڑ کر اب ملک کے اندر کام کرنا چاہیے۔ اور اپنی کوششوں کا اصلی مرکز بجائے عرب کے ہندوستان کو بنانا چاہیے۔ اسوقت ساری دنیا پر جو "وطنیت" "قومیت" کی لہر دوڑ رہی ہے، اسکے لحاظ سے اس آواز کا بلند ہونا ذرا بھی حیرت انگیز نہیں۔ حیرت اس پر ہے، کہ یہ آواز اس سے قبل، زیادہ قوت کے ساتھ کیوں نہ بلند ہوئی؟

نسل و قوم، وطن و زمین کے انتساب کی بنا پر شرف تو جانوروں کو حاصل ہوتا ہے، یہ گھوڑا فلاں ملک کا ہے، یہ کتا فلاں نسل کا ہے، یہ گائے فلاں جگہ کی ہے، اس قسم کی نسبتیں جانوروں ہی کے لیے باعثِ فخر و شرف ہو سکتی ہیں۔ اسلام نے انسان کا درجہ اس سے کہیں بلند رکھا ہے، اسکے لیے شرف و احترام کا معیار، اسکے آئیڈیل، مقصدِ حیات، مسلکِ زندگی کو رکھا ہے، جو انسان اپنے قصد و ارادہ، فہم و تمیز سے اختیار کرتا ہے، نہ کہ نسل و وطن کو، جو اسکے ارادہ و اختیار سے بالکل باہر ہے۔ اقبال کی زبان میں،

(از تحلیل مقاصد مندرجہ ایم)

اسی مقصد و عمل کو مذہب کی زبان میں "ایمان" اور اسی مقصد پر عمل کی کوشش (Realisation) کو "تقویٰ" کہتے ہیں۔ سارے شرف و احترام، عزت و اکرام کا دار و مدار اسی تقویٰ پر ہے، ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ عرب کی خدمت، حجاز کی خدمت، حرمین شریفین کی خدمت خاک کے ذرات کی خدمت نہیں، در و دیوار کی خدمت نہیں، ریت کے تودوں کی خدمت نہیں، اسلامی آئیڈیل کی خدمت ہے، عقیدۂ توحید کی خدمت ہے، کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی خدمت ہے۔ فرانس کے لوگ اگر فرانس کو اپنا بُت بنائے ہوئے ہیں، انگلستان کی آبادی اگر انگلستان کو اپنا معبود سمجھ رہی ہے، جرمنوں کی نظر اگر جرمنی کے حدود اربعہ تک محدود ہے، تو ان سب کو معذور سمجھنا چاہیے، ان بیچاروں کے سامنے بجز ذوات کے کوئی بڑا مقصد، کوئی وسیع تر آئیڈیل موجود نہیں، لیکن مسلم کا وطن تو سارا جہان ہے، وہ اس آقا کا فرمان بردار غلام ہے، جسکی حکومت ساری کائنات پر پھیلی ہے، اس لیے قدرۃً اسے بھی ساری کائنات پر حکومت حاصل ہے۔ (اقبال)

ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

مسلمانوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنے اس بلند تر، وسیع تر، شریف تر مقصد کو چھوڑ کر، دوسری کم نظر قوموں کی طرح اپنے کو ملک و وطن کی چار دیواری کے اندر سمیٹ لیں، گویا آسمان سے اتار کر زمین پر لے آنا ہے۔ وطن کی خدمت بھی اس دائرہ سے باہر ہرگز نہیں۔ ہمسایہ کی خدمت، اہل محلہ کی خدمت، اہل شہر کی خدمت، اہل ملک کی خدمت، سب اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں، واجب ہیں، اور اہم ہیں۔ ہندوستان کی آزادی میں پوری قوت، جوش، خلوص، سرگرمی کے ساتھ حصہ لینا ہر مسلمان پر لازم

لیکن اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ خدمتِ حجاز کے مقابلہ میں ایک بُت خدمتِ ہندوستان کا کھڑا کیا جائے۔ یہ "شرک" فرزندانِ توحید کو ہرگز گوارا نہ ہونا چاہیے۔ والدین کی خدمت، جب تک اس لیے کی جاتی ہے، کہ تعمیلِ فرمانِ الٰہی ہے، عین ثواب کی چیز ہے، لیکن جس وقت اسی اطاعتِ والدین کو اطاعتِ امر اللہ کے سامنے بطورِ مقابل کے پیش کیا جائے گا، اسی لمحہ سے "شرک" شروع ہو جائے گا۔ اصولی حیثیت سے قطع نظر کرکے عملی حیثیت سے ترکِ خدمتِ حجاز کے صاف معنی یہ ہیں، کہ اسوقت حجاز میں جو حکومت قائم ہو گئی ہے، اُسے اُسکے حال پر بدستور چھوڑ دیا جائے، اس کی زیادتیوں سے کچھ تعرض نہ کیا جائے، اور مشغولیت کے لیے کچھ اور کام ڈھونڈھ لیے جائیں۔

روپیہ بھیجنے کا پتہ

مسجد نبوی (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) میں روشنی و فرش وغیرہ کے انتظام سے متعلق سچ میں جو چندہ کی اپیلیں درج ہوئی ہیں، اس سلسلہ میں بعض صاحبان بذریعہ خطوط دریافت کر رہے ہیں، کہ روپیہ کس کے پاس بھیجا جائے۔ جواباً گذارش ہے کہ جن صاحبان کو اس کارِ خیر میں شریک ہونے کی توفیق ہو، وہ روپیہ "مولانا شوکت علی صاحب، دفتر مرکزی خلافت کمیٹی، دو ٹری، بمبئی نمبر (۹)" کے پتہ پر روانہ فرمائیں، اور یہ تصریح ضرور فرما دیں کہ یہ رقم مخصوص اسی مد کے لیے ہے۔ روزنامہ خلافت میں جو خطوط شائع ہو رہے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ مولانا شوکت علی کی پکار بیکار نہیں رہی ہے، اور عاشقانِ رسول نے اپنی اپنی عقیدت کے نذرانے پیش کرنے شروع کر دیے ہیں، تاہم اس آواز کا جتنا اثر پیدا ہونا چاہیے تھا، وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا ہے۔ یہ آواز تو ایسی تھی کہ سوتے ہوؤں کو بھی ایک بار چونکا دیتی۔

قمار اولیں

استنبول میں مشہور و معروف کوشک یلدیز جس کا قمارخانۂ عام بنا دیا گیا ہے، اس کا ذکر ایک پچھلے پرچہ میں آ چکا ہے۔ کل اس قصرِ شاہی تک بڑے بڑوں کی رسائی دشوار تھی، آج اس کا دروازہ ہر قمار باز، ہر جواری کے لیے کھلا ہوا ہے۔ اب اس کے پھاٹک پر "قمارخانۂ عام" کی تختی لگی ہوئی ہے، اور ہر شخص سرکاری کمیشن دے کر جوا کھیلنے کے لیے آزاد ہے۔ اس روشن خیالی، اس آزادی کو شروع ہوئے ابھی چند ہی روز ہوئے ہیں، لیکن انھیں چند روز میں (رائٹر کی اطلاع کے مطابق) پانچ قمار بازوں کے دیوالے نکل چکے ہیں، اور وہ اپنے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر چکے ہیں، اور چار جواری اپنا سارا مال و متاع ہار چکنے کے بعد اپنے نقدِ جان کو بھی ہار چکے ہیں، یعنی خودکشی کرکے اپنے وجود سے دنیا کو پاک کر چکے ہیں۔ یہ ہیں برکتیں اس تمدن کی، جسکا مقصد روپیہ کی افزائش کرنا اور دولت بڑھانا بیان کیا جاتا ہے! جو موت کی نیند سو چکے، وہ تو سو چکے، لیکن جو جی رہے ہیں، وہ سنا ہے کہ رو رہے ہیں، ان رونے والوں نے شاید یہ اوّل شعر نہیں سنا، جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے،

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا!

اسلام کا نظامِ حکومت

(نمبر ۲)

(از مولانا خواجہ عبدالحی صاحب)

یہ تو اس ذاتِ قدسی کا حال تھا جسکو انسانوں کے مشورہ کی ضرورت نہ تھی، مگر اس نے اپنے طرزِ عمل سے آنے والی نسلوں کے لیے ایک اسوۂ حسنہ پیش کر دیا کہ ایک انسان خواہ وہ روحانیت اور تعلق باللہ کے کیسے ہی بلند ترین مقام پر فائز ہو، وہ مشورہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اب انکو دیکھو جنہوں نے اس قدسی صفت انسان کی آغوشِ رحمت میں تربیت حاصل کی تھی اور جو اس کی صحبت و ہم نشینی کی برکت سے دنیائے اسلام کے سردار بنے تھے۔ بنو سقیفہ کی بیعت کے دوسرے روز مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی، اور اسکے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرشِ خلافت کی طرف سے حسب ذیل خطبہ دیا۔

"لوگو! خدا کی قسم نہ مجھے اس امارت کی ضرورت تھی اور نہ میں نے کبھی اسکی خواہش کی، اور نہ میں نے کبھی اسکے لیے دعا کی۔ لیکن میں ڈرا کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ اس لیے میں اس عظیم الشان بوجھ کو اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا۔ ورنہ مجھے اس میں کوئی راحت نہیں، اور یہ ایک ایسا ناقابلِ برداشت بار ہے جسکو اٹھانے کی میں اپنے میں طاقت نہیں پاتا، اور اللہ کی امداد کے بغیر اسکو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ کیا اچھا ہوتا کہ کوئی دوسرا شخص میری جگہ پر ہوتا جو اس بوجھ کو اٹھا سکتا۔ تو تم نے مجھے اپنا امیر منتخب کر لیا ہے۔ مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اچھا کام کروں تو میری امداد کرو، اور اگر غلطی کروں تو اصلاح کر دو۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ اسکا حق نہ دلا لوں اور تم میں سے قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے حق نہ لے لوں۔ جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو، اور نافرمانی کروں تو میرا ساتھ چھوڑ دو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تو بہت کثرت سے واقعات اسکی تائید میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ جو خیر خواہی کی بات ہو مجھ تک پہنچا دو، اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح کر دو اور اگر راہ حق پر چل رہا ہوں تو میری اعانت کرو۔ بلکہ بعض وقت وہ اس اہلیت کا امتحان بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ دوران تقریر میں انہوں نے لوگوں سے سوال کیا کہ اگر میں حق سے روگردانی کروں تو تم کیا کرو گے! فوراً ایک بدوی نے تلوار کھینچ لی اور کہا اگر تم حق سے روگردانی کرو گے تو ہم اس سے تمھیں سیدھا کر دیں گے۔ آپ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمدللہ میری قوم میں اس قسم کے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں غلط راہ اختیار کروں تو میری اصلاح کرنے کو تیار ہیں۔

آپ کے زمانہ میں جو مجلس شوریٰ تھی اس میں مہاجرین و انصار شریک ہوا کرتے تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں ارکانِ مجلس میں سے حضرت عثمانؓ، علیؓ، عبدالرحمنؓ بن عوف، معاذؓ بن جبل، ابیؓ بن کعب اور زیدؓ بن ثابت کے اسمائے گرامی خاص طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "کان من سیرۃ عمر انہ کان یشاور الصحابۃ و یناظرھم حتی تنکشف الغمۃ و یاتیہ الثلج" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ صحابہ کے ساتھ بحث و مشاورہ کیا کرتے تا آنکہ حقیقت واصلیہ سامنے آ جاتی۔ عراق اور شام کی فتح کے بعد بعض صحابہ کا اصرار تھا کہ تمام مقامات مفتوحہ کو فوج کی جاگیر میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ اسکو طے کرنے کے لیے تمام قدمائے صحابہ، مہاجرین و انصار، قبیلہ اوس کے پانچ نمائندے اور خزرج کے پانچ نمائندے، مجلس مذکورہ میں شریک ہوئے۔ پانچ روز تک اسکے مسلسل اجلاس ہوتے رہے اور لوگوں نے آزادی کے ساتھ پوری تقریریں کیں۔

اس قدر تفصیل سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اسلام نے صرف شوریٰ کی حکومت قائم کی ہے جو صرف قانون ساز جماعت ہے بلکہ اسکو عزل و نصب خلیفہ کا بھی پورا حق حاصل ہے۔

ارکانِ مجلس

جس طرح قرآن حکیم نے مجلس شوریٰ کا انعقاد ضروری قرار دیا ہے اسی طرح اس نے یہ بھی بتا دیا کہ کن لوگوں کو اسکا رکن بنایا جا سکتا ہے اور وہ کون ہیں جنھیں اسکے لیے کھڑے ہونے کا موقع ملنا نہ چاہیے۔ اگر آپ گذشتہ اوراق کو ایک مرتبہ دیکھیں جہاں ہم نے شرائطِ امامت کے عنوان کے ماتحت ان امور کو بیان کیا ہے جنکا ایک امام اور خلیفہ ہونا ضروری ہے تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لیے بھی دراصل وہی شرائط ہیں جو امامت کے لیے ہیں۔ شوریٰ کے لوگ منتخب ہوں، جو اپنے علم و فضل، ورع و تقویٰ، عقل و بصیرت اور ایثار و قربانی کے اعتبار سے تمام مسلمانوں میں اعلیٰ ترین شمار کیے جاتے ہیں، جن کی تمام زندگی ملک اور قوم کی خدمت میں بسر ہوئی اور جو کلیات قرآن و حدیث کو حسب مقتضیات زمانہ تمام جزئیات پر منطبق کر کے انکے نتائج صحیحہ اخذ کر سکتے ہوں۔

ظاہر ہے کہ مجلس شوریٰ کا رکن ہر ایک مسلمان ہو سکتا ہے، صرف قابلیت شرط ہے، دولت کی ضرورت نہیں۔ جس وقت وحی الٰہی نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مشاورت میں شریک ہونے سے قبل صدقہ دیا کریں، تو بعض نادار مسلمان اس کی شرکت سے رک گئے، حالانکہ وہ ہر طرح اسکے اہل تھے صرف دولت انکے پاس نہ تھی۔ مگر فوراً اس قید کو دور کر کے ان کو شوریٰ میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی۔ ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقٰت، فاذ لم تفعلوا و تاب اللہ علیکم فاقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واللہ خبیر بما تعملون (۵۸: ۱۳) کیا تم اس سے ڈر گئے کہ پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنے سے پہلے خیرات پیش کیا کرو۔ پھر جب تم نے ایسا نہ کیا اور خدا نے تمھیں معاف کر دیا، تو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور خدا اور اسکے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو، اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خبردار ہے۔

بعض لوگوں نے حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا کہ وہ ابن عباسؓ کو اپنی مجلس شاورت میں شریک کرتے ہیں، حالانکہ انکی عمر بہت کم ہے اور ان صحابہ کی طرف توجہ نہیں کرتے جو ان سے عمر اور تجربہ میں بڑھ کر ہیں۔ انہوں نے اس نکتہ چینی کو سن کر خاموشی اختیار کی، اور ایک روز تمام صحابہ کو بلا کر ایک

سے پوچھا کہ سورۂ نصر کا کیا مطلب ہے - ہر ایک نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی، ابن عباس بھی ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے - آخر میں اُن سے دریافت کیا گیا، تو انھوں نے عرض کیا، کہ اس سورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان ہے - آپ نے فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے اس پر سب کے سب خاموش ہو گئے -

صحابہ کا عام دستور تھا کہ وہ ازواج مطہرات سے مشورہ کیا کرتے تھے ان سے بحث و مناظرہ ہوا کرتا تھا - اور اکثر مسائل کا فیصلہ انکی رائے کے مطابق ہوا کرتا تھا -

گویا مجالس شوریٰ کی رکنیت کے لیے صرف قابلیت کو خلفاء راشدین کے زمانہ میں دیکھا جاتا تھا - البتہ اس انتخاب میں مسلمانوں کا ایک فرض ہے جسکی حفظ و نگہداشت ان کا اولین فرض ہے - اور وہ یہ ہے کہ اپنا نمائندہ منتخب کرتے وقت وہ اچھی طرح دیکھ لیں کہ جسکو ہم مسلمان قوم بنا کر مجلس ملیہ میں شرکت کا حق دے رہے ہیں، اس میں کوئی ایسی کمزوری تو موجود نہیں جسکو ترجمان الہی نے نفاق عمل سے تعبیر کیا ہے ؟ یعنی اہلیت انتخاب پر غور کرتے وقت امور مذہبیہ کے ساتھ شغف اور خصوصاً تبلیغ حقانیت کے جذبۂ صحیحہ کا خاص طور پر لحاظ رکھنا ضروری ہے -

جس مجلس کی ترتیب و تنظیم کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کے اصول اساسی اغراض و مقاصد پر بھی قرآن نے پوری روشنی ڈالی ہے ایک جگہ آیا ہے : یا ایہا الذین آمنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم و العدوان و معصیت الرسول و تناجوا بالبر و التقوی (۵۸ : ۹) مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ و زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا بلکہ نیکو کاری اور پرہیزگاری کی باتیں کرنا - دوسری جگہ ہے : ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل - سورۂ نساء میں ہے : لا خیر فی کثیر من نجواہم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس (۴ : ۱۱۴) ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں اچھی نہیں ہاں اُس شخص کی مشورۃ اچھی ہو سکتی ہے جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے - آجکل یہ عام دستور ہے کہ جو عیسائی اقوام رنگین قوموں پر حکمران ہیں وہ رنگین اور سفید آدمی کے درمیان فیصلہ کرتے وقت اپنی قوم کا ساتھ دیتی ہیں اور عدل و انصاف کی پرواہ نہیں کرتیں - کیونکہ اگر وہ حق پرستی کا خیال کریں اور رنگین شخص کو سفید کے مقابلہ میں کامیاب کر دیں، تو انکے رعب میں فرق آ جائیگا - مگر جو قومیں حق پرستی کی مدعی ہوں اور تہذیب و شائستگی کے دعویدار ہوں انھیں اس سے منزہ ہونا چاہیے - انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ و لا تکن للخائنین خصیما (۴ : ۱۰۵) اے پیغمبر ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ خدا کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے مقدمات فیصل کرو اور دیکھو دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا - قرآن حکیم نے مجالس شوریٰ کے ارکان کو حسب ذیل حکم دیا ہے : و لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا و تتقوا و تصلحوا بین الناس (۲ : ۲۲۴) اور خدا کے نام کو اس بات کا حیلہ نہ بناؤ کہ اسکی قسمیں کھا کھا کر سلوک کرنے پرہیزگاری کرنے، لوگوں میں صلح و سازگاری کرنے سے رک جاؤ - حکیم امت اس آیت سے استنباط کر سکتا ہے، کہ جو لوگ کسی حکومت کے تنخواہ دار ممبر ہو کر مجالس قانونی میں شریک ہوتے ہیں ان پر باوجود حلف اطاعت اٹھا لینے کے حق و انصاف کی ذمہ داری باقی رہتی ہے اور جسکے لیے انکو احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہونا پڑے گا - (تفسیر ... صفحہ ۱۳-۳۰)

جمہوریت اور اسلام

نمبر (۴)

مولانا محمد اسلم جیراجپوری کی تصریحات

رئیس امت کا لقب خلیفۂ رسول رکھا گیا، لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے لیے بجائے خلیفہ کے امیر المومنین کا لفظ پسند کیا جس سے انکے عہدہ کے صحیح مفہوم اور جمہوریت دونوں کا اظہار ہوتا تھا - انکے بعد سے یہی لفظ تمام خلفاء کیلیے مستعمل رہا .... انتخاب خلیفہ کی بنیاد شوریٰ پر تھی - خلیفہ جو دوسرے کو اپنا ولیعہد بناتا تھا، تو وہ بھی سب سے مشورہ لیکر بناتا تھا - اس لحاظ سے اسلامی خلافت در اصل دراصل جمہوری ہے - صرف فرق یہ ہے کہ عام خیال کے مطابق رئیس اسلام یعنے خلیفہ کو قبیلۂ قریش میں سے ہونا چاہیے - (تاریخ الامت جلد ۲ - صفحہ ۲۲۴-۲۲۵)

خلفاء اکثر امور میں اصحاب رائے سے مشورہ لیتے تھے - حضرت عمرؓ خصوصیت کے ساتھ اسکا زیادہ خیال رکھتے تھے - وہ کل کاموں میں اعیان صحابہ حضرت عثمان، علی، عباس، عبد الرحمن بن عوف وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے - عبد اللہ بن عباس اگرچہ کمسن تھے، لیکن چونکہ عقل و فہم میں ممتاز تھے، اس لیے انکو بھی مشوروں میں شریک کر لیتے تھے - کبھی کبھی جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تھا تو تمام مسلمانوں کو جمع کر کے انکے سامنے رکھتے ہر شخص آزادی کے ساتھ جو اس کی سمجھ میں آتا تھا، کہتا تھا - عام معاملات میں رجال شوریٰ اگرچہ خود انکے منتخب کردہ ہوتے تھے، لیکن کوئی دوسرا شخص بھی اگر مناسب رائے دے سکے، تو انکے لیے کوئی رکاوٹ نہ تھی - (ایضاً صفحہ ۲۳۶)

الغرض نظام خلافت میں جمہوریت اور مساوات کی پوری روح تھی - اگر کمی تھی تو صرف اس بات کی، کہ یہ تعین نہ تھا کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق کن لوگوں کو حاصل ہے -

خلافت راشدہ میں شاہانہ تمکنت اور جاہ و جلال کی کوئی شان نہ تھی - عام لوگوں کی طرح خلیفہ بھی سڑکوں پر پیدل پھرا کرتا تھا، نہ انکے ساتھ محافظ ہوتے نہ نقیب - سب لوگ انسے ملتے تھے، اور سب سے وہ ملتا تھا - دوسرے مسلمانوں میں اور انمیں بجز عہدۂ خلافت کے اور کوئی امتیاز نہ تھا - (ایضاً) اسلام کل بنی نوع انسان کو، جو اسکے حدود میں ہوں مساوات عطا کرتا ہے - حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عمال حکومت بلکہ خود خلیفہ بھی ایک معمولی رعایا کے برابر تھا - ہر شخص کو اس پر نکتہ چینی کا اختیار تھا، اور یہی وہ چیز ہے جو جمہوریت کی اصلی روح ہے - وہ کسی امر کو بذات خود بلا مشورہ طے نہیں کرتے تھے بلکہ مہاجرین و انصار سے ہر کام میں مشورہ لیتے تھے، اور جب کوئی نئی مسئلہ پیش آ جاتی تھی، تو مسلمانوں کو مجمع عام میں اسے پیش کرتے تھے - اور ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی اگر کوئی صحیح رائے دیتا تھا تو اسکو فوراً مان لیتے تھے - (ایضاً صفحہ ۱۰۱-۱۰۲)

ہمیشہ لوگوں سے یہ کہتے رہتے تھے، کہ جو خیر خواہی کی بات ہو مجھ تک پہنچا دو اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے راہ حق دکھاؤ اور جو ٹھیک چل رہا ہوں تو میری مدد کرو -

تکفیر من المسلمین

اور اسکے متعلق

علماء کی نکیر

(از شاہ محمد عزالدین صاحب ندوی پھلواروی)

حجاز کی موجودہ صورت حالات نے جہاں بہتیرے فتنے امت مسلمہ کے اندر پیدا کر رکھے ہیں وہاں سب سے بڑا فتنہ امت کی آپس کی تکفیر کا ہے۔ نجدی جو اپنی قدیم مذہبی روایتوں کی بنا پر تمام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں وہ تو ایک حد تک اس کے لیے معذور ہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ ادھر ہم میں بھی بعض ایسی ہستیاں موجود ہیں، جو جوابًا یا جہلاً اہل نجد ہی کی نہیں بلکہ اکثر علماء اور اُن جماعتوں کی تکفیر کرتی ہیں جنہوں نے امت کے ایک کثیر حصہ کو الحاد سے بچا لیا ہے۔ لیکن یہ دونوں جماعتوں کی ایک کھلی ہوئی غلطی ہے جسکا ارتکاب عوام اور خواص دونوں کی جانب سے ہو رہا ہے۔ میں اس موقع پر ائمہ فقہاء اور اکابر علماء کے چند اقوال نقل کرتا ہوں جس سے اس تکفیر مسلمین کا پردہ چاک ہو جائے گا اور عبرت پذیر نگاہوں کے لیے عبرت ہوگی۔

کسی مسلم کی جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو، تکفیر کرنا عمومًا اکابر علماء اسلام، متصوفین، فقہاء، محدثین و متکلمین کے نزدیک غیر پسندیدہ اور ناجائز ہے۔ کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۲ صفحہ ۱۲۱۷ میں سید سندی کی شرح مواقف سے منقول ہے: والمعترف بنبوۃ محمد اذا خطی فی اصل من اصول الدین فقد اختلف فیہ جمہور المتکلمین والفقہاء علی انہ لا یکفر احد من اہل القبلۃ۔ انتہی۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ماننے والا اگر اصل اصول دین محمدی میں غلطی کرے تو اُسکے کفر میں اختلاف ہے۔ ہاں جمہور متکلمین و فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنی چاہیے۔ اسی طرح امام عبد الوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ میں فرماتے ہیں: وکان ابو المحاسن الرویانی وغیرہ من علماء بغداد قاطبۃ لا یکفر احدا من اہل المذاہب الاسلامیہ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فلہ ما لنا وعلیہ ما علینا۔ یعنی ابو المحاسن رویانی اور تمام علماء بغداد کہتے ہیں کہ مذہب اسلام کے کسی فرد کی تکفیر نہ کیجائے گی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری نماز ادا کرے اور میرے قبلہ کو قبلہ بنائے اور میرا ذبیحہ کھائے تو جو میرے لیے ہے وہ اُسکے لیے ہے اور جو مجھپر ہے وہ اسپر ہے۔ یعنی وہ بھی اتحاد اسلامی میں منسلک ہے۔ اور اسی یواقیت کی دوسری جلد میں شیخ شہاب الدین اذرعی کا ایک مکتوب ہے جو انھوں نے شیخ الاسلام تقی الدین سبکی کے پاس بغرض استفسار بھیجا تھا جو بہت لمبا ہے طوالت کے خوف سے عربی عبارت نقل کر اُردو کا ترجمہ لکھتا ہوں۔ صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ میں نے ایک استفتاء شیخ شہاب الدین اذرعی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے اُنھوں نے شیخ تقی کے پاس (بطور استفسار) بھیجا تھا جس کا مضمون یہ ہے: کیا فرماتے ہیں ہمارے سیدنا و مولانا شیخ الاسلام اہل بدعت اور اہل ہوا کی تکفیر کے متعلق۔ شیخ نے یوں جواب دیا جان تو اے برادر خدا تجھے اور مجھے توفیق دے کہ اہل اسلام کی تکفیر پر اقدام ایک بہت دشوار کام ہے جسکے دل میں ایمان ہوگا وہ اہل ہوا کی تکفیر کو باوجود اُنکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کے بڑا ہی امر عظیم سمجھیگا۔ کیونکہ کسی کی تکفیر کرنا ایک بڑا ہولناک اور عظیم الخطر امر ہے۔ جو شخص کسی کی تکفیر کرتا ہے وہ درحقیقت یہ بات کی خبر دیتا ہے کہ کافر آخرت کی زندگی میں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا اور دنیا میں اُسکا قتل اور اُسکا مال سب مباح ہے۔ اور شرعًا وہ کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنے پر قادر نہیں۔ الغرض اہل اسلام کے جو احکام ہیں اُنکی دنیاوی اور اُخروی کسی زندگی میں جاری نہیں ہو سکتے۔ اور کسی مسلمان کا قتل ایک ہزار کافر کو چھوڑ دینے سے گناہ میں زیادہ ہے۔ اور جن مسائل میں اہل بدعت پر تکفیر کا حکم لگایا جاتا ہے وہ بہت دقیق اور غامض ہیں اپنے فروعات کی کثرت اور دقیق المدارک اور مختلف القرائن ہونے کے سبب اور بسبب اختلافات جو باعث ہوا اہل بدعت کو پیش آئے ہیں۔ اور جو شخص ان مسائل میں معرفت کا احاطہ کرنا چاہے وہ اس بات کا محتاج ہو کہ تمام وجوہ خطا کے اقسام کا شناسا ہو اور تمام تاویلوں کی حقیقت اور اُسکے شرائط سے جو اپنے محلوں اور مواقع میں ہونی چاہییں اشنا ہو۔ اور جو الفاظ محتمل تاویل اور غیر محتمل ہیں ان سب کی معرفت اسے حاصل ہو۔ اور یہ امر اس بات کو چاہتا ہے کہ تمام قبائل عرب کی زبان کے طریقے اُنکو معلوم ہوں۔ یعنی ان قبائل کے استعمال حقیقی اور مجازی اور استعارات جانتا ہو، علم توحید کے دقائق سے بھی واقفیت ہو وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام باتوں کا حصول تو علماء ہی پر دشوار ہے غیر علماء کا ذکر ہی کیا۔ اب اس سے معلوم ہوا کہ اہل بدعت کی تکفیر میں دو امروں کا ہونا ضروری ہے۔ اول تو کفر کے معتقد کا بلاکم و زیادت کے مجرد وہ شخص کرتا ہے یہ امر بڑا دشوار ہے کیونکہ کسی کے مافی الضمیر پر پورے طور پر بلاکم و زیادت اطلاع پانا مشکل ہے۔ دنیا تو بہت دشوار ہے کہ کوئی شخص حاکم کے پاس ایسی باتیں کرے جسکے نقل سے وہ اپنے حق کو یقینی سمجھتا ہو۔ یہ بات کبریت احمر سے بھی زیادہ نایاب ہے اور اسی طرح کسی کے مافی الضمیر پر تہمت قائم کرنا اور پورا ثبوت دینا بھی دشوار ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ کسی معتقد اہل اسلام پر کفر کا حکم جاری کرنا بہت مشکل ہے۔ اس سبب سے کہ استنباط کے مقامات بہت دشوار ہیں اور علم کلام ایک بڑا صعب علم ہے اور حق ناحق میں تمیز کرنا بھی ایک بڑی دشوار ہے۔ کیونکہ یہ بات اُس شخص کو حاصل ہوتی ہے جسکا ذہن بھی صحیح و سالم ہو اور جسکا نفس بھی مرتاض ہو، وہ ہوا و ہوس سے بالکل پاک ہو، علوم شرعیہ سے عبرا ہو اور اسرار علوم شریعت بھی اُسے معلوم ہوں، ائمہ مجتہدین کے مواقع اختلافات سے بھی خبردار ہو۔ یہ باتیں بہت ہی قلیل الوجود ہیں۔ اور انسان جب خود اپنے ہی مخفی اعتقاد کے بصورت تحریر لانے سے مجبور ہے تو پھر دوسروں کے اعتقاد کو بصورت تحریر بلاکم و زیادت کیونکر پیش کر سکتا ہو اور اس پر کیونکر قدرت ہو سکتی ہے۔ پس ہر ایک مومن کو اہل ہوا و ہوس کی تکفیر سے نہایت ادب کے ساتھ اجتناب کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں اکثر اہل ہوا و ہوس جو امام ہوتے ہیں جنکو اپنے اعتقاد کے مخالف دلیلیں معلوم ہی نہیں ہوتیں۔ لیکن ہاں جب نصوص صریحہ غیر محتمل التاویل کی مخالفت عنادًا و انکارًا کی جاتی ہو تو اس میں البتہ علماء کو نظر کرنی چاہیے۔ انتہی۔

امام عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ اس کلام کو میں نے شیخ کے لکھے ہوئے

اپنے ہاتھ کے مسودے سے نقل کیا ہے اور شیخ کا یہ کلام نہایت جید اور نفیس ہے۔

علامہ شیخ تقی الدین سبکی کی اس جامع اور بے نظیر تحریر سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ کفر کے بیچتے وہ بات کسی انسان کے متعلق قائم کیے جاتے اکثر وہ غلط ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ جب تک کفر کے اندر نصوص صریحہ غیر محتمل التاویل کی کھلی مخالفت یا انکار کا جذبہ نہ ہو اُس وقت تک کافر کا اطلاق نہ کیا جائے گا اور اس بات کا پتہ لگانا کہ کون سی آیۃ محتمل التاویل ہے اور کونسی نہیں مذکورہ شرائط کا پورا جامع ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

نیز اکثر علماء نے نہایت احتیاط یہاں تک کہا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ عدم کفر کی تو بمقتضائے احتیاط عدم کفر کو ترجیح ہوگی اور کفر کا فتوے نہ دیا جائے گا۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر ص۱۴۳ میں فرماتے ہیں: وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لہا تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطاء فی ابقاء الف کافر اہون من الخطاء فی افناء مسلم واحد۔ اور اسی مضمون کا خلاصہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے مکتوبات جلد ۳ ص... میں ہے: علماء فرمودہ اند اگر نود ونہ وجہ کفر ظاہر شود ویک وجہ اسلام شود ترجیح این وجہ باید نمود وحکم بکفر نباید کرد۔ اسی طرح کسی کی مبہم عبارت سے جو ظاہراً اصول شرع کے خلاف ہو تکفیر یا تضلیل تفسیق نہ کی جا سکے بلکہ حسن الظن ورا اسکی تاویل کرنا چاہیے۔ اگر کوئی تاویل اپنی سمجھ میں نہ آئے تو قائل سے دریافت کرے یا دوسرے غیر متعصب دیندار علماء سے دریافت کرے اور قائل کے دوسرے اقوال وافعال پر بھی نظر کرے۔ علامہ شیخ تقی الدین سبکی کی اسی مضمون کی تحریر کا ترجمہ اوپر درج کیا جا چکا ہے۔

اب اسی کی تائید والا ایک دوسرے علماء کی عبارت نقل کی جاتی ہے صاحب کتاب دوسری جگہ امام غزالی کا ایک ارشاد نقل فرماتے ہیں: وکان الامام الغزالی یقول من اعظم الآثام تکفیر العلماء ومن اطلاق علی مرادہم من کلامہم علی حال قدلا یقصدونہا۔

یعنی امام غزالی فرماتے ہیں: بڑی ہی گناہ کی بات ہے کہ علماء کی خطاء بغیر انکی مراد پر مطلع ہوئے پکڑی جائے اور انکے کلام کو ایسے محمل پر محمول کیا جائے جس سے وہ راضی نہیں۔ اور پھر دوسری جگہ خود حضرت مجدد الف ثانی اپنی مکتوبات کی تیسری جلد ص۲۳ میں فرماتے ہیں: مخدوما این قسم سخنان کہ مبنی از افشاء اسرار باشد واز ظاہر صرف وبہر رفتہ مشائخ طریقت قدس اللہ اسرارہم بظہور آمدہ است وعادت مستمر ایں بزرگان گشتہ است امرے نیست کہ این فقیر آن را ابتدا کردہ باشد واختراع آنرا نمودہ لیس خاص اول نادرہ کثرت فی الاسلام۔ پس ایں ہمہ شور وغوغا چیست اگر سخنے صادر شدہ است کہ ظاہرش مخالف بعلوم شرعیہ ندارد آنرا ہم از ظاہر صرف نمودہ مطابق باید ساخت وسبقے اجماع استتمام نباید کرد اشاعت فاحشہ وتشنیع فاسق ہرگاہ ... بجہر واشتعاہ چہ مناسب بود ... کردن کدام دین باشد طریق مسلمانی ومہربانی آنست کہ اگر کلام ظاہرش مخالف علوم شرعیہ است اگر از شخصے صادر شود باید دید کہ قائل آن کیست۔ اگر ملحد وزندیق است ... اصلاح آن نباید کوشید اگر قائل آن کلمہ گو از مسلمان وایمان بخدا ورسول وا گشتہ باشد ودر اصلاح او باید کوشید و محمل صحیح از برائے آن پیدا باید نمود یا از آن قائل حل آن باید طلبید اگر ... آن عاجز آید بطریق نصیحت باید کرد۔ امر بمعروف ونہی عن المنکر بر فق ... است کہ اجابت نزدیک است واگر مقصود اجابت نباشد تشنیع مطلوب بود ... است اللہ تعالیٰ توفیق دہاد۔ انتہی۔

ان تمام شواہد کے بعد بھی اگر ہماری آنکھیں نہ کھلیں تو ہمارے لیے سوائے ذلت ورسوائی کے کیا رکھا ہے۔ یہ علماء متقدمین جنکا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے صرف وہی کے متقدا نہیں بلکہ امت مسلمہ کے ان تمام گروہوں اور افراد کے سرخیل ہیں جو اپنے آپ کو محدثین اور اہل الحدیث والاثر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن ایک طرف ان علماء کے یہ اقوال ہیں اور دوسری طرف ہماری مناظرہ وحانی جماعتیں ہیں جنکے دلی جذبات کا یہ حال ہے کہ ذرا سی معمولی باتوں پر کفر وشرک کی سندیں تقسیم ہونے لگتی ہیں۔ انہیں اسکے غور کی ضرورت نہیں کہ کفر کی سند کیوں دی جا رہی ہے۔ واقعۃً ان کے اقوال وافعال کیسے ہیں۔ یا انکی جن تصنیفوں سے انکے لیے کفر کا یہ نادر خزانہ جمع کیا گیا ہے وہ کہاں تک درست ہے۔ بس کسی کے قول کو بغیر سمجھے بوجھے اُس پر کفر والحاد کی بارش کی جا رہی ہے۔ خدا بخشے علامہ ابن تیمیہ کو جنکے بعض اقوال صدہا اہل اسلام کے لیے دل شکن ہیں جنکا نتیجہ بے سمجھے انکے بعض تلامذہ نے بھی کر لیا ہے۔ اسی طرح ہمارے اُن بزرگ متقدادوں کے لیے بھی خدا کی رحمت وسیع ہو جنہوں نے بعض تصنیفوں اور اقوال کی مراد نہ سمجھ کر اپنی زبان بے لگام سے مصنفین کی تکفیر کر دی ہے۔ کفر والحاد کوئی معمولی چیز نہیں کہ جسکا جی چاہا اُسنے ایک دوسرے کی تکفیر کر دی۔

ایک مسلمان کو کافر کہنا بہت زیادہ گناہ کا موجب ہے بہ نسبت ہزار کافروں کو مسلمان نہ بنانے سے جیسا کہ اوپر کی عبارت میں گذر چکا ہے۔

بس خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی افراط وتفریط سے بچائے۔ والسلام۔

(بقیہ صیہونیت و اسلام نمبر ۳)

ایک بار مسجد میں اسی قسم کی تقریر کی، ایک شخص نے اٹھکر تلوار کھینچ لی، اور کہا کہ اگر آپ حق سے منہ موڑیں گے تو ہم اس کے ذریعہ سے راہ راست پر لے آئیں گے۔ یہ سنکر خوش ہوئے، اور فرمایا کہ الحمد للہ میری قوم میں ایسے لوگ ہیں کہ میں اگر کجروی کروں تو وہ مجھے سیدھا کرنے کیلیے تیار ہیں۔ ...... جماعت کے متعلق آگہی یہ رائے تھی کہ مسلمانوں کی مجلسیں مخصوص اشخاص تک محدود نہ ہوتی تھیں، بلکہ ہر قسم کے لوگ باہم ملکر ان میں بیٹھا کرتے۔ کیونکہ چند اشخاص جب اپنی مجلس کو مخصوص کر لیتے ہیں، تو ان کی رائے عام رائے سے الگ ہو جاتی ہے۔

(ایضاً ص۲۸۳)

الخلافت از جناب مولوی برکت اللہ صاحب بھوپالی۔ اس کتاب میں مسئلہ خلافت پر تاریخی و مذہبی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ خلیفہ کون ہو سکتا ہے، اور خلافت کے لوازم وضروریات کیا کیا ہونا چاہییں۔ ان سب پر مفصل مباحث ہیں ... شائقین خرید سکتے ہیں۔ قیمت ۸ عہ۔ مہتمم سچ لکھنؤ

نئی کتابیں

(۱) نفحۂ عنبریہ بذکر سیّدنا و خیر البریہ - مولفہ مولانا عبد الشکور صاحب ایڈیٹر النجم، ضخامت ۵۶ صفحات - تقطیع ۲۰ × ۲۶ - قیمت ۲؍ ملنے کا پتہ :- دفتر النجم - پاٹا نالہ - لکھنؤ -

مولانا عبد الشکور صاحب مدیر النجم، اپنے رسالہ نیز اپنی تالیفات کے ذریعے علم و مذہب کی جو سنجیدہ و گران قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، اس کا اعتراف ان صفحات میں اس سے پیشتر بھی ہو چکا ہے۔ سیرت نبوی پر انکا مختصر مگر جامع رسالہ نفحۂ عنبریہ ابھی شایع ہوا ہے۔ النجم میں یہ مضمون پہلے بھی نکل چکا ہے، لیکن اب بعد نظر ثانی و اضافۂ مضامین یہ رسالہ کی صورت میں مرتب ہو کر شایع ہوا ہے۔ ابتدائی دو صفحوں میں حمد و نعت پر ایک مقدمہ ہے، جس میں عقیدۂ توحید، عقیدۂ نبوت، و عقیدۂ قیامت کی تشریح کی گئی ہے۔ اسکے بعد صفحہ ۸ سے لیکر آخر تک ولادت مبارک، نسب، رضاعت، بعثت، قبل ہجرت، بعد ہجرت، معجزات، اخلاق و عادات، تعلیقین و مخصوصین، وغیرہ مختلف عنوانات کے ماتحت سیرۂ مبارک سے متعلق تمام ضروری مطالب باوجود اختصار، حیرت انگیز جامعیت کے ساتھ آ گئے ہیں۔ زبان صاف، سادہ و سلیس ہے۔ ہر طبقہ اور ہر خیال کے اہل سنت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ارباب ہمت کے لیے موقع ہے، کہ نسخے زیادہ تعداد میں خرید فرما کر تقسیم کریں۔

(۲) خیرات - مولفہ مولوی ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب - مددگار اول تعلقدار، ضلع ورنگل - ریاست حیدرآباد دکن - ضخامت ۸۸ صفحے مصنف صاحب کے پاس سے مفت ملے گا -

مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں اپنی تباہی و بربادی کے جو سامان پیدا کر رکھے ہیں، ان میں سے ایک انکا مروجہ طریقۂ "خیرات" بھی ہے - اس رواجی "خیرات" کا نتیجہ یہ ہے، کہ ہماری نظروں میں گداگری کوئی عیب ہی نہیں رہ گئی، اور پیشہ ور گداگروں کی ایک مستقل آبادی ہمارے درمیان پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ اسلام نے صحیح سخاوت، صحیح فیاضی، صحیح خیرات کی جس قدر مدح و ستایش کی ہے، اسی نسبت سے غلط و بیجا فیاضی کو (جو اسراف کے مترادف ہے) سختی کے ساتھ روکا ہے۔ خدا ایک مولوی خیر اللہ صاحب کو جزائے خیر دے، جنھوں نے اس باب میں اسلام کی صحیح تعلیمات اس رسالہ میں پوری وضاحت و تحقیق کے ساتھ جمع کر دی ہیں، اور پیرایۂ بیان کو بصورت مکالمہ رکھا ہے، جسنے رسالہ کو زیادہ عام فہم و دلچسپ بنا دیا ہے - رسالہ کی طبع و اشاعت، حکومت آصفیہ کے محکمۂ امور مذہبی کی سرپرستی میں ہوئی ہے۔ ایک اصلاح اور بہت ضروری اصلاح کی یہ ایک عملی صورت ہے، ہر خیال اور ہر عقیدہ کے مسلمانوں کو اس کا ایک نسخہ منگا کر اپنے امکان بھر اسپر عمل کرنا چاہیے۔

(۳) رسائل در رد فتنۂ جواز سود - از مختلف حضرات - ملنے کا پتہ :- جمعیت اہل سنت - قصاب محلہ - بمبئی ۳ -

بعض علماء نے ایسے فتوے دیدیے تھے، جن سے ایک گروہ نے بینک کے سود کا جواز نکالا - ان فتاوی کی تردید میں بمبئی کی جمعیت اہل سنت کے مختلف ارکان نے متعدد رسالے تالیف کر ڈالے ہیں۔ مثلاً فتاوی العلماء فی ترک الربوا والربیہ، الحجۃ الباہرۃ علی تحریم الربوا والربیہ، عمدۃ الوسیلہ فی رد جواز اخذ الربوا بالحیلہ، وغیرہ۔ یہ رسائل جس مسئلہ کی تائید میں لکھے گئے ہیں، اس سے (یعنی ترک حیلۂ جواز سود) سے پورا اتفاق ہے، لیکن جو مناظرانہ و مجادلانہ لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے وہ مناسب نہ تھا - بہرحال جن لوگوں کو اس بحث سے دلچسپی ہو، وہ مندرجۂ بالا پتہ سے منگا سکتے ہیں۔

لیڈروں کی تنخواہیں مقرر ہونی چاہییں

ہمارے لیڈر، خواہ وہ سیاسی ہوں یا مذہبی، اپنا اپنا جتھا الگ الگ بنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اصلی وجہ یہ ہے کہ بغیر جتھا بنائے انکے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں - وقت تو سارا دے دیا آپ کو، پھر اپنے اخراجات کہاں سے چلائیں؟ لہذا جس طرح کم تنخواہ پانے والا پولیس کا ملازم خلق خدا کی حفاظت کرتے کرتے مخلوق خدا کا گلا کاٹنے لگتا ہے اسی طرح ہمارے رہنما ہماری رہنمائی کرنے کے بجائے ہمیں برباد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ چندوں کے اڑنے کا بھی یہی راز ہے - اگر تمام خدام قوم شہر شہر اور قصبہ قصبہ جماعتیں بنا کر کام کریں تو تنخواہوں کا انتظام بالکل آسان ہے - روپیہ جس قدر آئے جماعتوں کے پاس آئے، اور جماعتیں کارکنوں کی تنخواہیں مقرر کر دیں - تنخواہوں کے تقرر کے بعد لیڈروں کو غلط راستہ پر جانے یا چندے کھانے کی حاجت نہیں رہیگی اور کسی کے سر پر شیطان سوار ہوگا بھی تو وہ تنخواہ بند ہونے کے خوف سے ڈر جائیگا تنخواہیں حسب لیاقت لیجیے اور کام پورا کر دیجیے۔ کام میں یا حساب کتاب میں نقص دیکھا اور فوراً گرفت کی۔ خلافت کمیٹی سے میری درخواست ہے کہ ضرور اس طریقہ کو جاری کرے۔ راقم واحدی ایڈیٹر درویش و نظام المشائخ و نائب حضرت خواجہ حسن نظامی دہلی -

بائیکاٹ کر دو

جو لیڈر مولویوں کو لڑائیں انھیں بائیکاٹ کر دو، اور جو مولوی لیڈروں کو لڑائیں انھیں بھی بائیکاٹ کر دو - مولوی مولوی ایک دوسرے سے لڑیں تو انھیں بائیکاٹ کر دو اور لیڈر لیڈر آپس میں لڑیں تو انھیں بائیکاٹ کر دو - کسی خیال اور عقیدہ کے مسلمان کو کسی خیال اور عقیدہ کے مسلمان سے نہ الجھنا چاہیے - اسی بات میں بار بار کہا ہے - آیندہ جسے دیکھو کہ مسلمانوں کو مسلمانوں سے بھڑا رہا ہے، سمجھ لو اسلام کا دشمن ہے، دشمنوں سے ملا ہوا ہے، اسے بائیکاٹ کر دو - اسکا وعظ، لیکچر، تقریر، بات سنو - اس سے ملنا جلنا چھوڑ دو اور اتنا دباؤ کہ پھر کبھی تفرقہ بازی کی ہمت نہ پڑے - ہر شخص اپنے خیال اور عقیدہ پر سیدھی طرح بھی قائم رہ سکتا ہے اور سیدھی ہی طرح سے اسکو دوسروں تک پہنچا بھی سکتا ہے۔ لڑنے اور لڑوانے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ خصوصاً اس وقت تو بہتر یہی ہے کہ بہتر ہزار فرقے بھی اسلام کے ہوگئے ہوں تو انھیں متحد ہو جانا چاہیے ورنہ نتیجہ دشوار ہے لڑائی جھگڑوں میں رہ کر تنظیم کچھ نہیں ہو سکتی۔ محبت اور آشتی ہی کی ہواؤں میں یہ سفر طے کیا جا سکتا ہے - راقم واحدی ایڈیٹر درویش و نظام المشائخ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند کتابیں

الناظر

[illegible]

جوہر الناظر لکھنؤ

میلاد النبی صلعم

[illegible]

قیمت ۸/

لمعۂ حرم

[illegible]

قیمت ۱۲/

تاریخ عرب

[illegible]

قیمت [illegible]

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن

[illegible]

الخلافۃ الکبریٰ ۔ سورۂ بقر کی تفسیر ۔ بیان ۔ سورۂ آل عمران کی تفسیر

الصراط المستقیم ۔ سبیل الرشاد ۔ سورۂ حجرات کی تفسیر

کلید خزائن اردو

اگر قرآن شریف کی کوئی آیت تلاش کرنا ہو یا آپ [illegible]

[illegible]

کشاف الہدیٰ

[illegible]

ترجمہ ابن خلدون معہ مقدمہ

[illegible]

جلد اول ۔ دوم ۔ سوم ۔ چہارم ۔ پنجم ۔ ششم ۔ ہفتم ۔ ہشتم ۔ نہم ۔ دہم ۔ یازدہم (جلد دہم دوبارہ چھپ رہی ہے)

مقدمہ [illegible]

علوم القرآن

[illegible]

قیمت ۔ ے

مصنفین اردو

اردو کے تین سو کے زائد مشہور و مقبول مصنفین کی [illegible] مکمل تصانیف کی فہرست معہ مروجہ قیمتوں کے [illegible] یہ سال بسال شائع ہوتی ہے، [illegible] اردو کی کوئی عمدہ کتاب [illegible] فہرست ضرور ملاحظہ فرمائیے

مہتمم الناظر بک ایجنسی

بصائر القرآن

[illegible]

قیمت [illegible]

تصوف اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

آئینہ حقیقت نما

[illegible]

قیمت [illegible]

پیام امن

[illegible]

قیمت [illegible]

حقائق اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تاریخ الحرمین الشریفین

[illegible]

قیمت [illegible]

تجدید دور اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

تجرید بخاری معہ ترجمہ

[illegible]

قیمت ۔ ے

انتخاب صحاح ستہ

[illegible]

مسلمانان اندلس

[illegible]

قیمت [illegible]

جزاء الاعمال

[illegible]

مستقبل اسلام

[illegible]

قیمت [illegible]

نامۂ نجد

[illegible]

قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ:- **الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**

باہتمام احقر الانام اسحاق علی علوی مالک و مہتمم الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا